قسط 2

لیڈر کے اوصاف

قاری عبدالشکور گوندلوی

عزم کی پختگی' استقامت: انسان جب کسی کام کا قصد کرتا ہے اور کچھ کرگزرنے کا عزم لیکر اٹھتا ہے تو اس کے ارادوں کو متزلزل کرنے کیلئے کئی مشکلات سر اٹھاتی ہیں۔ کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ بیش بہا مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مخالفتیں مول لینا پڑتی ہیں۔ طعن و تشنیع کا نشانہ بننا پڑتا ہے اور صحیح بات کو بھی غلط رنگ دینے والوں کی زبانوں کے تیر سہنے پڑتے ہیں اور مقاصد کی تکمیل کیلئے کبھی کبھار اپنے آپ کو زیر بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ ایسے تمام مراحل سے کامیابی سے گزرنے کیلئے ان مسائل سے نپٹنے کیلئے ان مخالفتوں کو فرو کرنے کیلئے اور ان مظالم کا مقابلہ کرنے کیلئے ایسے مواقع پر اگر کوئی چیز کام آسکتی ہے تو وہ ہے ''عزم کی پختگی'' اور ''استقامت'' جو لیڈر اس وصف سے خالی ہوگا وہ حالات کی گرمی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ کبھی قومی امنگوں پر پورا نہیں اتر سکتا۔ وہ کبھی اپنے ارادوں کی تکمیل نہیں کرسکتا اور وہ کسی دباؤ کے سامنے پاؤں نہیں جما سکتا اور وہ اپنے پروگرام کا تحفظ نہیں کرسکتا۔ استقامت ہی ایک ایسی طاقت ہے جو عزائم میں استحکام اور ارادوں میں استقلال پیدا کرتی ہے اور انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ رکاوٹوں کے باوجود مخالفتوں کے وصف اور مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوسکے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

مشکلات کوئی چیز نہیں اگر جذبہ صادق ہو اور یہی مشکلات اگر انسان ان پر غلبہ حاصل کرسکے تو اس کی بلندی کا باعث بنتی ہیں اور ان پر قابو پانے کیلئے سب سے بہترین ہتھیار ''عزم کی پختگی'' ہے۔

میں نے رہبر کامل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور ترقی و غلبے کا راز اسی وصف میں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم کی پختگی تھی جسے مشکلات و مصائب اور مخالفتوں کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بھی شکست نہ دے سکا۔ جسے نہ کوئی خوف اپنی جگہ سے ہٹا سکا' نہ کوئی لالچ پھسلا کر راہِ حق سے منحرف کرسکا اور نہ کسی قسم کے سخت سے سخت حالات مایوسی و دل شکستگی میں تبدیل کرسکے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہاڑ جیسی استقامت ہی تھی جس سے ٹکرا کر تمام مخالف قوتیں آخر کار اس بات سے مایوس ہوگئیں کہ اپنے کسی حربے' کسی مظاہرہ قوت' کسی ظلم و ستم' کسی تحریص و ترغیب' کسی افترا پردازی اور الزام تراشی کی مہم اور کسی برے سے برے ہتھکنڈے سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام سے باز نہ رکھ سکیں گے' جسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے ہیں۔ لہٰذا کامیابی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچنے کیلئے بہترین سواری استقامت اور مخالفتوں کے وار روکنے کیلئے بہترین ڈھال عزم کی پختگی ہے۔ قرآن کریم نے اس وصف کو جابجا پیش کیا ہے۔ ارشاد ہوا:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (الاحقاف)

جو لوگ اللہ پر ایمان لانے کے بعد استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں ان پر نہ دنیا میں کوئی ڈر ہے اور نہ آخرت کا غم ہے۔ مجسمہ استقامت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قل امنت باللہ ثم استقم۔** ''کہہ دو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر (اس عقیدے پر) استقامت اختیار کرو''۔ یہ تو مردانہ وقار کی علامت ہے اور خصوصاً لیڈر حضرات کیلئے تو اور بھی ضروری ہے۔

سیلِ حوادث سے کہیں مڑتا ہے مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

جرأت و شجاعت: شجاعت و دلیری قدرت کا ایک عطیہ ہوتا ہے۔ عموماً یہ وصف وہبی ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات حالات' معاشرہ اور ماحول بھی اس کا باعث بنتے ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ شیر بھی اگر بھیڑوں کے ساتھ پرورش پائے تو انہیں جیسا ہو جاتا ہے اور خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ بہرکیف! جیسے بھی ہو یہ وصف ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ افراد اور قومیں اسی کی بدولت غلبہ و تسلط حاصل کرتے ہیں اور خصوصاً قوم کے رہنما اور لیڈر کے اندر اس وصف کا ہونا اتنا ضروری ہے جتنا جینے کیلئے غذا۔ کیونکہ دشمن سے مقابلے کیلئے' ذات کے تحفظ کیلئے' قانون کی حکمرانی کیلئے اور اصولوں کی بالادستی کیلئے دلیرانہ اقدام کیے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔ قومیں رہنماؤں کی پیرو ہوتی ہیں۔ میدانِ جنگ سے ایک سپہ سالار کی بزدلی اور فرار کی کوشش پوری فوج کو ناکامی کی راہ پر ڈال دیتی ہے اور جنگ کا

پانسہ پلٹ دیتی ہے۔ لیڈر دلیر تو قوم بہادر اور لیڈر بزدل تو قوم گیدڑوں کی فوج ثابت ہوگی۔ بہادر قوم کی طرف دشمن آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ اگر مقابل آئے تو صحیح سلامت واپس نہیں جا سکتا۔ یہی ایک جذبہ ہوتا ہے جو افراد اور اقوام کو اپنے تحفظ اور دفاع کیلئے ابھارتا ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔ جیو تو شیر کی طرح، مرو تو غیور بہادر کی موت۔ ایک لیڈر کو مصائب و مشکلات کا پیش آنا' الجھنوں میں گرفتار ہونا' دشمنوں سے معرکہ پڑنا اور مخالفتوں کے بھنور میں پھنسنا ایک فطری عمل ہے۔ ان سے سرخروئی اور کامیابی سے ہمکنار ہونے کیلئے واحد ذریعہ شجاعت و دلیری کا مظاہرہ ہے۔ مقاصد کی تکمیل اور منازل کا حصول اسی راستے پر گامزن رہ کر ہی ممکن ہے۔

میں نے رہنمائے عالم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ وصف آفتابِ نہار کی طرح چمکتا ہونظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بےخوفی اور شجاعت ہی تھی جو کسی بڑے سے بڑے خطرے اور کسی بڑی سے بڑی طاقت سے دب جانا یا ڈر جانا جانتی ہی نہ تھی۔ کفارِ قریش کا ایک بپھرا ہوا مجمع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں گھیر لیتا ہے اور کہتا ہے تم ہو جو یہ اور یہ کہتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا ایک مردِ میدان کی طرح بے جھجک فرماتے ہیں ہاں: میں یہ کہتا ہوں اور یہی حق ہے۔ دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرا ہوا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ چہرے پر ذرا سی گھبراہٹ تک کے آثار نہیں۔ غار ثور کے عین دہانے پر دشمن پہنچ جاتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ نہایت اطمینان سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں: حضورؐ! دشمن ہمارے سر پر پہنچ چکے ہیں۔ پورے اطمینان سے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پہ انعام کا اعلان کر رکھا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تلاوت قرآن میں مگن سفر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے بہادر رہنما کے ساتھ بہادر لوگ ہی آتے ہیں اور اس کی بہادری دیکھ دیکھ کر ان کی بہادری میں اور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ دشمن خواہ دشمنی میں کتنا ہی اندھا ہو چکا ہو۔ اس کے اس وصف کی قدر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اس کی ہمت بیٹھ جاتی ہے اور طاقت گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سابقہ ایک ایسے شخص سے ہے جو ڈر اور خوف نام کی کسی چیز کو جانتا ہی نہیں' کسی تحریک کیلئے اور خلوصاً اسلامی تحریک کیلئے اس کے رہنما کا نڈر اور بےخوف اور شجاع ہونا ایک بڑا اہم وصف ہوتا ہے۔ رہنما کی بزدلی' بلکہ اس کی شجاعت میں ذرا سی کمزوری بھی آزمائش کے مواقع پر پوری جماعت اور تحریک کو لے بیٹھتی ہے۔

عالی ظرف ہونا: انسان کوئی بھی مقصد' پروگرام یا منشور لے کر جب میدان میں اترتا ہے تو قدرتی طور پر اسے دو قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ موافق اور مخالف۔ مخالف اس کی کسی بھی بات کو صحیح یا غلط کے پیمانے پر نہیں پرکھتا بلکہ اس کے ہر کام کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور مخالفت میں وہ کچھ کہہ اور کر گزرتا ہے جو انسانیت کو زیبا نہیں ہے۔ ایک لیڈر کو اعلیٰ منصب اور اہم مقام پر ہونے کی وجہ سے بہت کچھ سننا پڑتا ہے۔ لوگ برا بھی کہتے ہیں، گالیاں بھی دیتے ہیں' بعض اوقات اسقدر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ انسانیت شرما جاتی ہے۔ انسان ان باتوں کو سنے تو زندہ دفن ہونے کو جی چاہتا ہے۔ انکا جواب نہ تحریر' نہ تقریر سے' نہ تلوار سے اور نہ تیر سے دیا جا سکتا۔ اس کا فقط ایک ہی جواب ہے ''عالی ظرف ہونا'' انسان میں جب یہ وصفِ محمود موجود ہو تو مخالف کی ہر بات کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مخالف کی دل آزار باتوں کیلئے یہ ڈھال ہے۔ اس کے مذموم ارادوں کیلئے دیوار ہے۔ اس کے مکروہ عزائم کیلئے تلوار ہے اور اس کی ریشہ دوانیوں کیلئے مسکت و مثبت جواب ہے اور اس وصف سے محرومی مقصد میں ناکامی کی علامت ہے۔ وہ جلد ہی گھبرا کر میدان چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا اور اسیرِ حوادث ہو جائے گا۔ مگر اس وصف میں ایک ایسی قوت ہے جو کسی بڑی سے بڑی فوج میں نہیں ہو سکتی۔ فوج کو تو مغلوب کیا جا سکتا ہے مگر ایسے انسان کو مغلوب کرنا ناممکن ہی نہیں محال ہے۔

میں نے جب قائدِ انسانیت کی حیاتِ مبارکہ میں جھانک کر دیکھا تو مجھے یہ وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ماہتابِ روشن کی طرح دمکتا ہوا نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل' ضبطِ نفس اور بلند حوصلہ تھا کہ کائنات کیلئے ایک مثال۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخالفین کی کسی معمولی سے معمولی حرکت پر بھی کبھی غصے میں آپ سے باہر نہ ہوتے۔ کسی گالی کا جواب کبھی گالی سے نہ دیا۔ کسی بدزبانی اور کسی بےہودہ الزام کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ایک لفظ میں شائستگی سے گرا ہوا نہ نکلا۔ دشمنوں نے بارہا ایسی حرکتیں کیں جو سخت دل آزار' سخت توہین آمیز اور سخت اشتعال انگیز تھیں۔ مگر آپ بڑی عالی ظرفی کے ساتھ بات کو پی گئے اور ان کے برائی کا جواب برائی کے بجائے بھلائی سے ہی دیتے رہے۔ مکہ معظمہ کے طویل دور میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں تہذیب وشرافت کا دامن کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے چھوٹا ہو۔ یہ وہ چیز تھی جو گرد و پیش کے ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق بڑھاتی چلی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو ہر اس شخص کی نظروں سے گراتی

چلی گئی جس کے اندر ذرہ برابر بھی اخلاق و شرافت کا کوئی جوہر موجود تھا۔ طائف سے زیادہ سخت وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی نہ گزرا تھا۔ مگر اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور زبان سے دعا ہی نکلی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خوش نہ ہوئے کہ اس ظلم کے بدلے میں ظالموں پر عذاب نازل ہو۔ میدانِ جنگ سے پہلے اخلاق کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کو شکست دے چکے تھے اور اس پر آخری مہر اس وقت لگ گئی۔ جب قتل گاہ سے نکلتے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی امانتیں انہیں واپس کرنے کی فکر فرمائی۔ کوئی مردہ ضمیر ہی ہوگا جو اس کردار کو دیکھ کر مان نہ گیا ہو کہ جاہلیت کے حامی اس انسان کے خلاف برسر پیکار ہیں جو ان کی قوم ہی کا نہیں بلکہ پوری دنیا کا شریف ترین انسان ہے اور کتنا بڑا عالی ظرف ہے۔

یہ ایک ایسی خوبی ہے جو مخالفوں کو بھی قائل کر لیتی ہے۔ چنانچہ ہر لیڈر اور رہنما کو کوشش کرنی چاہئے کہ عالی ظرفی کا ثبوت دے تاکہ کامیابی کی طرف قدم بڑھا سکے اور منزل مقصود کا حصول آسان ہو جائے۔ جو انسان اس زعم میں مبتلا ہو کہ اس کی فکر و دانش سب پر فائق ہے اور اسی گھمنڈ میں دوسرے کی صاحب رائے کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دے اور اس کم ظرفی کا مظاہرہ کرے کہ اپنی ہی ہر بات کو وحی الٰہی سمجھے تو ایسا انسان بھی کبھی اپنا وقار بحال نہیں رکھ سکتا۔ وسیع الظرف انسان دوسرے کی بات سننے کی ہمت رکھتا ہے۔ اپنی خواہش اور رائے کے خلاف ہر صحیح بات کو تسلیم کرنے کی توفیق رکھتا ہے۔ بلکہ مخالفین کے غلط پروپیگنڈے کو فراخدلی سے برداشت کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ تو اسے اس عالی ظرفی کا صلہ غلبے اور کامیابی کی صورت میں ملتا ہے۔

غیر متعصب ہونا: تعصب کا معنی ہے پٹی باندھنا۔ گویا کہ یہ ایک قسم کی ضد ہے بے جا ضد' جس انسان میں یہ چیز پیدا ہو جائے اس کی بصیرت و بصارت پر پردے پڑ جاتے ہیں اور یوں ہو جاتا ہے جیسے اس کی چشمِ ظاہر بین پر پٹی باندھ دی گئی ہو۔ اسے پھر اس اندھیرے میں حق و ناحق' جائز و ناجائز' صحیح اور غلط کا فرق دکھائی نہیں دیتا۔ اسی کے سبب قوم پرستی' وطن پرستی' نسل پرستی' اقربا نوازی' دوست نوازی اور پارٹی نوازی کی لعنت جنم لیتی ہے اور جونہی کسی فرد یا قوم میں یہ مرض پیدا ہو جائے اس کی ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا وقار مجروح ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا اثر مثلِ سحر ہوتا ہے۔ ایک دفعہ انسان اس کے جال میں پھنس جائے تو اس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ وطن' قوم' نسل اور پارٹی کی خوشنودی کی خاطر غلط سے غلط قدم بھی اٹھائے تو اسے پھر بھی صحیح نظر آتا ہے۔ دوسروں کی صحیح بات کو بھی غلط ہی تصور کرتا ہے۔ نتیجتاً سوائے چند مفاد پرست اور خوشامدی لوگوں کے سب اس کے مخالف اور دشمن ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ اپنے تئیں قومی ہیرو ہوتا ہے۔

اس کے برعکس غیر متعصب انسان ہر چیز کو اصولوں کے معیار پر پرکھتا ہے۔ اسکے نزدیک اپنے پرائے' یار' اغیار' دوست دشمن اصولوں کی کسوٹی پر پورا اترنے کے بعد اور پرکھنے کے بعد بنتے ہیں۔ کسی علاقائی اور نسلی بنیاد پر ہیں اور نہ ذہنی ہم آہنگی اور پارٹی بازی کی بنیاد پر۔

متعصب آدمی کی فکر و سوچ جمود کا شکار ہو جاتی ہے اور مخالف کی بات اگرچہ حق و صداقت پر مبنی ہو تو پھر بھی قبولیت سے محروم ہی رہتی ہے۔ اس کے نزدیک اس کی ذات کے مقابلے میں کوئی ذات' اس کی بات کے مقابلے میں کوئی بات' اس کی جماعت کے مقابلے میں کوئی جماعت' اس کی سوچ کے مقابلے میں کوئی سوچ' اس کی فکر کے مقابلے میں کوئی فکر اور اس کے منشور کے مقابلے میں کوئی منشور دم مار سکتا ہی نہیں۔ یہ تمام فرق اور پارٹیاں اسی ذہنیت کا شاخسانہ ہیں۔ ایسا انسان ہمیشہ اپنی برتری کے راگ الاپتا ہے اور اسے دوسرے کی عظمت و فوقیت گوارا ہی نہیں۔ حالانکہ ہمارے سامنے ہادی کائنات کی بے مثال زندگی کے نمونے موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رہبر و پیشوا کہ ہر تعصب سے پاک۔ قبیلے' قوم' وطن' زبان' رنگ و نسل غرض کسی چیز کا تعصب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نہ تھا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امیری و غریبی کے لحاظ سے انسان اور انسان کے درمیان فرق کرتے تھے اور نہ معاشرتی اونچ نیچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کوئی معنی رکھتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو صرف انسان ہونے کی حیثیت سے دیکھتے تھے اور انسانوں میں سے جو بھی حق کو قبول کر لیتا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں بالکل برابر کا درجہ حاصل ہوتا تھا۔ خواہ وہ قریشی ہو یا غیر قریشی' خواہ وہ عربی ہو یا عجمی' کالا ہو یا گورا' غریب ہو یا امیر اور خواہ وہ جاہلیت کے معاشرتی نظام کی وجہ سے ''شریف'' ہو یا ''کمین''' یہ ہی وہ چیز تھی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو پھلنے' پھولنے میں بے حد تقویت دی۔ امتِ مسلمہ کو ایک بین الاقوامی امت کی حیثیت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک اور ایک عالمگیر تحریک کی بنیاد ڈالی۔ تمام امتیازات مٹا ڈالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں غلام اور آزاد' غریب اور امیر' برتر اور کمتر' عرب اور غیر عرب بالکل مساوی حیثیت سے شریک تھے۔ عرب کے قلیل التعداد متکبروں کے علاوہ باقی تمام طبقات

کے عوام کیلئے یہ چیز اپنے اندر ایک فطری کشش رکھتی تھی جو بالآخر کارگر ثابت ہوکر ہی آج بھی ان اوصاف کی بدولت ایک لیڈر فلک کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے اور ترقی و عروج کی چوٹیوں پر تمکن ہوسکتا ہے مگر

یوں تو سبھی کہتے ہیں ہوں اوج ثریا پہ مقیم
مگر پہلے پیدا تو کریں ان سا قلب سلیم
تختِ مغفور بھی ان کا تھا سریر کے بھی
پہلے دیکھے تو سہی بھلا کوئی ان سا بنے بھی

مالی ایثار: دولت' سرمایہ ایک زنجیر کی مانند ہے۔ یہ تو انسان کو جکڑ لیتا ہے۔ غلام بنالیتا ہے۔ روپے پیسے میں ایسا سحر ہے کہ اسے جائز اور ناجائز' غلط اور صحیح کسی بھی مقصد کیلئے استعمال کیا جائے تو یہ اپنا اثر برابر دکھاتا ہے۔ اسے قوم کی تعمیر کیلئے استعمال کریں یا تخریب کیلئے یہ اپنی قوتِ تسخیر برابر دکھائیگا۔ قومی غدار اسی کے طلسم سے جنم لیتے ہیں۔ دشمنوں کے ایجنٹ اسی پہ چلتے ہیں۔ ملک و ملت کی جڑیں اسی کی دودھاری تلوار سے کاٹی جاتی ہیں اور قوم و ملک کی بنیادیں بھی اسی کی طاقت سے مستحکم کی جاتی ہیں۔ ایک لیڈر اور جماعت کیلئے اس کی مثال کشتی کی مانند ہے۔ پانی ہوگا تو کشتی رواں دواں رہے گی۔ پانی نہ رہا تو کشتی گرداب میں پھنس کر رہ جائے گی۔ مگر وہی پانی اگر اس کشتی میں داخل ہوگیا تو غرقابی کا باعث بنے گا۔ ایسے ہی مال و دولت اگر ملک و ملت کی تعمیر اور بہتری کیلئے صرف ہو تو قوم کی کشتی اور لیڈر جو اس کا ناخدا ہے بسلامت ساحل پہ جالگیں گے اور اگر تخریب کیلئے مستعمل ہو تو تباہی و بربادی کے گرداب میں پھنس کر رہ جائیں گے یہ تو گویا قوموں کے بناؤ اور بگاڑ کا آلہ ہے۔ اس سے دنیا کی ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔ اس کی قوت اور اثر سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

ایک لیڈر کی زندگی میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ قومی فلاح و بہبود کیلئے مالی ایثار لیڈر کی زندگی کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا آفتاب چمک اٹھتا ہے۔ اس کی سخاوت کا شہرہ ہر سو پھیل جاتا ہے۔ اس کی عظمت کا ڈنکا ہر سمت بجنے لگتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں عقیدت و احترام کا وفور آجاتا ہے اور دلوں میں اس کی محبت کا سرور آجاتا ہے۔

آج کل لیڈر روپیہ پیسہ خرچ کرنا تو بہت جانتے ہیں۔ الیکشن کے موقعہ پر بے دریغ دولت لٹاتے ہیں جیسے زمانے کے حاتم طائی یہی ہوں۔ مگر ان کا مقصود ذاتی مفاد زیادہ سے زیادہ اور قومی مفاد کم ہوتا ہے اور اس کا دائرہ صرف اپنی کامیابی تک محدود ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنا نقصان پورا کرنے کیلئے قومی خزانے کو بے دریغ لوٹنے میں بلکہ ملک و قوم کو بیچنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جب قوم کو ایسے لیڈروں کی ذہنیت کا علم ہوتا ہے تو وہ قوم کی نگاہوں سے ذلت کی پستی میں ایسے گرتے ہیں کہ اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ مگر جو مخلص لیڈر قومی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کے تحت مالی ایثار کرتے ہیں تو دنیا کی تاریخ میں ان کے نام سنہری حروف سے درج ہو جاتے ہیں۔ وہ تو مٹ جاتے ہیں مگر ان کے نام نہیں مٹتے اور ہمیشہ ان کا نام عزت و تکریم سے لیا جاتا ہے۔ مگر جو دولت کو قومی مفاد کی بجائے ذاتی مفاد کیلئے صرف کرتے ہیں یا اس پر ناگ بن کر بیٹھ جاتے ہیں تو ایسے لوگ دنیا سے بعد میں جاتے ہیں جبکہ ان کے نام و نشان پہلے مٹ جاتے ہیں۔ کہاں ہے آج دنیا کے سب سے بڑے سرمایہ دار قارون کا نام؟ مگر کہاں نہیں ہے۔

صاحبِ جود و سخا جنابِ حاتم طائی کا نام: اگر یہی وصف پیکرِ جود و سخا میں دیکھیں تو عجیب نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ آغازِ نبوت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت کامیاب اور خوشحال تاجر تھے۔ ایک طرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا مال تھا جو قریش کے دیگر تاجروں سے کسی طرح کم نہ تھا۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت و فراست' راستبازی اور حسنِ تدبیر تھی۔ جس کا مقابلہ کوئی دوسرا نہ کرسکتا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو محض اپنے عیش و آرام کیلئے مخصوص نہیں کر رکھا تھا بلکہ نہایت دریا دلی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حاجت مندوں کی مدد' بیکسوں کی دست گیری اور مسافروں کی مہمان نوازی پر خرچ کرتے رہتے تھے۔ پھر جب فرائض نبوت کا بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑا تو اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف پر تشریف لے گئے تو وہاں پیدل جانا پڑا کوئی ذاتی سواری میسر نہ تھی۔ ہجرت کے تمام مصارف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے برداشت کیے۔ حتیٰ کہ اہل و عیال مدینے بلانے کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۵۰۰ درہم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لینے پڑے۔ جب ایک لیڈر اس طرح مالی ایثار کرے کہ خود خالی ہاتھ ہو جائے اور اپنے ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کردے تو ہر دیکھنے والا اس بات کا قائل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مقصد اور دعوت میں بالکل مخلص اور بے غرض ہے۔ حتیٰ کہ دشمن اور مخالف تک زبانوں سے خواہ کچھ ہی کہیں' اپنے دلوں میں یہ ضرور مان جاتے ہیں کہ اسے کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے اور یہی چیز اس کے لئے راہ ہموار کرتی ہے' ذہن تیار کرتی ہے اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ بین الاقوامی لیڈر کی حیثیت سے ابھرتا ہے اور پوری دنیا پر چھا جاتا ہے اور اس کا نام ہمیشہ کیلئے کائنات میں زندہ و جاوید ہو جاتا ہے۔